جہات

توہینِ رسالت

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ انسان جن چیزوں کو محبوب و مرغوب رکھتا ہے ان کا دفاع کرتا ہے ان کے عیوب دور کرتا ہے ان کی صفات بیان کرتا ہے اور ان پر وارد ہونے والی ہر تکلیف کا مقابلہ کرتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی انسان کی طبعی افتاد میں شامل ہے کہ وہ اپنے بزرگوں اور محسنوں کا احترام کرتا ہے اگر اس احترام میں کہیں کمی محسوس کرے تو اسے درست کرنے کی کوشش کرتا ہے، ہر انسان خواہ وہ کسی مذہب، عقیدے، ملت یا اُمت سے تعلق رکھتا ہے وہ اپنے مذہب کے پیشروؤں، بزرگوں اور نبیوں ولیوں کا احترام کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کے مقتدیٰ کی اہانت نہ ہو۔ یہ ایسا خاصا ہے جسے کسی بھی ابنِ آدم سے الگ نہیں کیا جا سکتا تاآنکہ وہ عقل و شعور اور غیرت و حمیّت کی صفات سے مبرا نہ ہو جائے۔ گویا ایک ذی عقل اور احساسات سے مملو انسان کا یہ بنیادی حق ہے کہ اس کے مسلمہ احساسات و عقائد کے تحفظ کیلیے قانون سازی کی جائے۔

اس قانون سازی کی ضرورت ایسے معاشرے میں اور بھی زیادہ ہوتی ہے جہاں مختلف احساسات و عقائد کے لوگ باہم مل جل کر رہ رہے ہوں جیسے پاکستان کہ اس میں مسلم، عیسائی، ہندو، مرزائی، سکھ، پارسی وغیرہ آباد ہیں اگرچہ مسلمانوں کے علاوہ باقی لوگ کل آبادی کا آٹھ ۸ فی صد ہیں۔

جہاں تک مذہب اسلام کا تعلق ہے تو اسکی تعلیمات کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ کوئی مسلمان کسی نبی کے حق میں گستاخی یا مذاق کرے گا تو وہ مسلمان ہی نہ رہے گا اور ارتداد کی حد اس پر لاگو ہو جائے گی۔

قرآن حکیم میں واضح فرمان موجود ہے۔ ان الذین یؤذون اللّٰہ و رسولہ لعنھم اللّٰہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لھم عذابا مھینا (۳۳ - ۵۷) وہ لوگ جو اللّٰہ اور اسکے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ اس دنیا میں ان پر اللّٰہ کی پھٹکار ہے اور انکے لیے ذلت والا ہے عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ہے۔ یہ پھٹکار معنوی اعتبار سے اللہ کی ناراضگی ہے اور اس کی ظاہری صورت اِنا کفینٰك المستهزئين کی آیت کے شانِ نزول میں امام قرطبی نے ابن اسحاق کے حوالے سے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ اسود بن عبد یغوث، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل اور حارث نے نبی کریمؐ سے استہزا اور چھیڑ چھاڑ کی تو حضرت جبریلؑ نے آکر ان کو کچوچے مارے اور یہ چاروں اشخاص ان کچوچوں سے مر گئے یہ مکی دور تھا جبکہ کوئی مسلمان حکومت نہ تھی۔ بعد میں جب مدینہ طیبہ میں اسلامی حکومت بن گئی تو حرمت رسالت کی حفاظت کے لیے باقاعدہ قانون نازل کیا گیا اور حکم ہوا کہ فاضربوا فوق الاعناق واضربو منهم كل بنان ۔ ذالك بانهم شاقوا الله ورسوله ۔ ومن يشاقق الله ورسوله فان الله شديد العقاب : پس تم ان کی گردنوں پر مارو اور ان کے جوڑ جوڑ پر ضرب لگاؤ۔ اس لیے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچائے تو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

فاضربوا فوق الاعناق : کا محاورہ قتل کا استعارہ ہے۔ یعنی اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچانے والے کی سزا قتل ٹھہری اور یہ قانون جاری کر دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جن مشرکین اور منافقین نے نبی کریم کی ہجو کی ان کو قتل کرا دیا گیا یہ معاذ اللہ حضور نبی کریم نے اپنی ہتک کا بدلہ نہیں لیا بلکہ حکم خداوندی کی تعمیل کی۔ اور اس حکم میں صرف محمد رسول اللہ ہی کی نبوت و رسالت کا تحفظ نہیں بلکہ عصمت انبیاء کا تحفظ ہے اور اسلام کی نگاہ میں تمام انبیاء اسی درجہ پر فائز ہیں کہ کوئی ان کی ہتک کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

جہاں تک ایک مسلمان کے محبِّ رسول ہونے کا تعلق ہے اس سلسلہ میں یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ حب کیا ہے؟ اس میں کسی لغوی بحث میں پڑے بغیر ہر شخص فیصلہ کر سکتا ہے کیونکہ یہ ایک ایسے جذبے کا نام ہے جو ہر انسان میں جبلی طور پر موجود ہے اور اس کی کئی شکلیں مختلف صورتوں میں انسانوں میں وقتاً فوقتاً ظہور پذیر ہوتی رہتی ہیں۔ یہ جذبہ بچے کی ماں کے ساتھ محبت ماں کو بچے کے ساتھ محبت۔ مرید کی پیر کے ساتھ عقیدت و محبت پیر کو مرید کی خیر خواہی کی سوچ کبھی حاکم کو محکوم کی خیر خواہی کے لیے دلسوزی اور کبھی محکوم کو حاکم کے لیے دست بدعا بناتا ہے علیٰ ہذا القیاس یہ تمام پر تو اسی جذبے کے ہیں۔ اب اگر غور کیا جائے تو یہی جذبات جو کبھی محبت اور کبھی غضب کی شکل میں انسان کے وجود میں متموج ہوتے ہیں اور انسانی جوارح ان تموجات کی قوت کا اظہار عمل کے ذریعے سے کرتے ہیں اور انہی اعمال پر نتائج اور

جزا و سزا کے تصورات پیدا ہوتے ہیں گویا یہ ایک ایسا جذبہ ہے کہ اگر یہ منضبط نہ ہو تو اندیشہ نقصان سے خالی نہیں ہوتا محبت کا یہ بھی خاصا ہے کہ محبوب کی تنقیص برداشت نہیں کرتی یہ سب وہ چیزیں ہیں جو ایک عام انسان روزمرہ کی زندگی میں محسوس کرتا اور سمجھتا ہے۔

ایک عام انسان کے اس جذبہ میں اس وقت اور بھی گہرائی پیدا ہو جاتی ہے جب وہ کسی دین، مذہب یا طریقۂ حیات کے لانے والے سے عہد و پیمان کر کے اس جماعت میں داخل ہوتا ہے۔ یا اسے وراثتاً اس عہد و پیمان کی پابندی منتقل ہوتی ہے۔ اس طریقۂ حیات کی اطاعت اگر محبت کے جذبے سے عاری ہو تو جبر بن جاتی ہے اور مطیع اور مطاع دونوں کے لیے وبال ہوتی ہے اور اگر اطاعت میں محبت اور خلوص موجود ہو تو یہ مطیع اور مطاع کے درمیان رشتہ محبت کو گہرا اور مستحکم کرتی ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کے پیش نظر آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام لوگوں کو جو آپ کے لائے ہوئے دین۔ مذہب یا طریقۂ حیات یعنی اسلام میں داخل ہوئے تھے یا ہونا چاہ رہے تھے یا آئندہ قیامت تک اس میں داخل ہوں گے۔ مخاطب کر کے فرمایا۔ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین (بخاری: کتاب الایمان) تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک میں (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اسے اپنے باپ اپنی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

گویا کہ محبّت رسول شرط ایمان بلکہ اصل ایمان ٹھہری۔ اگر اس فرمان نبوی پر غور کیا جائے تو درجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

١۔ محبّتِ رسول اصل ایمان ہے۔
٢۔ اسلام ایمان کے بغیر متصوّر ہی نہیں ہوتا۔
٣۔ محبّت تحفظِ ناموس رسالت کی متقاضی ہے
٤۔ چونکہ یہ انسانی جذبہ انسانی وجود سے الگ نہیں کیا جا سکتا اس لیے اس کا تحفظ انسان کے بنیادی حقوق میں شامل ہے۔

انسان کے ان فطری تقاضوں کو سامنے رکھ کر ربّ ذوالجلال نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم یعنی تم ان کے

ان (جھوٹے خداؤں کو) جن کو اللہ کے سوا وہ پکارتے ہیں گالی نہ دو۔ (اس لیے کہ) پھر وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنی جہالت کی وجہ سے گالی دیں گے۔

گویا اسلام یہ بات جانتے ہوئے کہ کفار ومشرکین کے معبود باطل ہیں۔ ان کے عقیدے بھی باطل ہیں اس کے باوجود ان کے مقتداؤں کو گالی دینے سے روکتا ہے اس لیے کہ یہ جذباتی معاملہ ہے اور رب کریم اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ ایمان اور عقیدے کے خلاف بات انسان میں شدید ردعمل پیدا کرتی ہے گویا انسان اگرچہ غلط عقیدے کا حامل کیوں نہ ہو اس کے عقیدے کا احترام اسلامی قانون حیات میں شامل ہے۔ جب غلط عقیدے کے تحفظ پر اسلام اس قدر سخت رویہ اختیار کرتا ہے تو صحیح عقیدے اور حق کے تحفظ کے لیے تو اور بھی سخت رویہ اختیار کرے گا۔

اس معاملہ میں اگر ذرا گہرائی کے ساتھ غور کیا جائے تو کسی بھی مذہب کے مقتدا یا مطاع کو بُرا بھلا کہنا صرف ایک شخص کو تکلیف پہنچانا نہیں ہے بلکہ ان لاکھوں کروڑوں انسانوں کے جذبات کو متلاطم خیز کرکے بے چین کرتا ہے جو اس کے مقتدی اور مطیع ہیں اور یہ جذبات کی ہیجان خیزی فتنہ کا سبب بنتی ہے۔ مسلمانوں کو فتنہ روکنے کے لیے حکم دیا گیا ہے اور فتنہ کی شناعت کو قتل کی شناعت سے شدید تر کہا گیا ہے اس لیے اسلام بین الاقوامی طور پر مسلمہ اصول اہون البلیتین پر عمل کرتے ہوئے ایسے فتنہ کے سدباب کے لیے کسی بھی پیغمبر، رسول، نبی اور مسلمہ مذہبی پیشوا کی تحقیر وتوہین کے مرتکب کے لیے انتہائی سزا یعنی سزائے موت تجویز کرتا ہے۔

محبّت کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے جس کا اظہار آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا ہے کہ المرء مع من احب (الشفا للقاضی عیاض: ج۲) یعنی آدمی اس کے ساتھ ہے یا ہوگا جس سے وہ محبّت کرتا ہے۔ یعنی انسان جس سے محبّت کرتا ہو وہ اس کے ساتھ ہر حال میں رہتا ہے۔ اس کا دفاع کرتا ہے اس کی حمایت کرتا ہے۔ اس جیسا بننے کی کوشش کرتا ہے اس کے رنگ ڈھنگ اپناتا ہے گویا محبّت کی پہچان یہ ہوئی کہ محبوب کی ہر ادا پسند ہو اور ہر حال میں محبوب کا دفاع زندگی کی غایت ٹھہرے۔

اس سلسلہ میں پاکستانی قوم لائق صد مبارک باد ہے کہ اس نے ایک ایسا قانون بنایا جو سوسائٹی کے مختلف طبقوں کے احساسات وعقائد کا تحفظ کرتا ہے۔ اور کسی کو کسی دوسرے کے اکابر کی توہین کی اجازت نہیں دیتا اور ریاست مسلمہ میں پچھلی چودہ صدیوں میں رائج قانون کا تسلسل ہے۔

وطنِ عزیز میں جہاں سچے پکے مسلمانوں اور مخلص پاکستانیوں کی کمی نہیں کچھ ایسے طالع آزما بھی موجود ہیں جو بیرونی آقاؤں کی خوشنودی کے لیے ایسے ایسے مسلمات کو جو امت میں ہمیشہ سے مسلم اور محکم و مروج رہے ہیں، متنازع بنا کر ملت میں انتشار اور بے چینی کی صورت پیدا کر دیتے ہیں اللہ کریم انہیں نورِ ہدایت سے نواز دے۔

یہ حقیقت کبھی بھی فراموش نہ کرنی چاہیے کہ یہ ملک خالصتہً مسلمانوں کی اس اُمنگ کا نتیجہ ہے کہ ہم اس ملک میں ختمی مرتبت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے مطابق اپنی زندگیوں کو سنواریں گے۔ اگر اس ملک میں آپ کی عزت و ناموس کی حفاظت کرنے والے قانون میں بیرونی دباؤ کی وجہ سے کوئی نامعقول ترمیم کرنے کا سوچا بھی جائے گا تو اس ملک کی بنیادیں ہی منہدم ہو جائیں گی اور یہ وہی سوچ سکتا ہے جس کو یا تو خبر نہیں یا پھر وہ دشمنِ دین و ملت ہے۔

فقیر غلام حسین